پاک ہونا اس کا مقصدِ اصلی نہیں ہے اس دلیل سے کہ حدّ تو کافر کے حق میں بھی مشروع ہے، حالانکہ کافر کبھی گناہ سے پاک نہ ہوگا[۱۰] حد کی وضاحتی تعریف جو وفاق پاکستان کے ایک عدالتی فیصلے بنام حضور بخش پی، ایل، ڈی ۱۹۸۳ء فیڈرل شریعت کورٹ میں کی گئی ہے اسی عدالتی فیصلے میں جناب جسٹس پیر کرم شاہ لکھتے ہیں کہ مسٹر جسٹس صلاح الدین احمد سابق چیئرمین وفاقی شرعی عدالت نے اپنے ایک فیصلے میں لکھا ہے کہ فقہاء کے نزدیک حدّ کی تعریف میں بھی اختلاف ہے بعض نے قصاص کو حدّ میں شمار نہیں کیا جیسے شمس الائمہ السرخیؒ۔ علامہ شوکانی وغیرہ ردالمختار میں قصاص کو حدود میں شمار کیا گیا ہے جب میں نے ردالمحتار کی طرف رجوع کیا تو اس میں صاف لکھا ہوا تھا۔

"الحد لغة المنع وشرعاً عقوبة مقدرة وجبت حق الله تعالیٰ زجراً فلا تعزیر حد لعدم تقدیر ولا قصاص حد لانّه حق المولیٰ"

"لغت میں حد منع کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار معین ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو ان جرائم سے باز رکھیں تعزیر بھی حد نہیں کیونکہ اس کی مقدار نہیں اور قصاص بھی حد نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے"[۱۱]

چنانچہ حد شرعاً اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ یا اس کے رسول کی جانب سے مقرر ہو۔ اسلامی حدود آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسے حد رجم[۱۲] نیز جن جرائم پر اللہ اور اس کے رسول نے بطور حق اللہ ایک سزا متعین کردی ہو وہ جرائم بھی حدود ہیں اور اُن کی سزائیں بھی حدود ہیں یعنی ان جرائم کو حدود کہا جاتا ہے اور اُن کی سزاؤں کو بھی حدود کہتے ہیں اور اکثر اس جرم کی طرف حدّ کی اضافت بھی کر دیتے ہیں۔ جیسے حد السرقہ۔ حد الزناء وغیرہ پھر سزائے حد کے حق اللہ ہونے کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سزا نہ تو معاف ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس میں کمی بیشی یا ردّ و بدل کیا جاسکتا ہے اور اسی وجہ سے قصاص وغیرہ حدود سے خارج ہے کہ اُسے مجنی علیہ یا اس کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں[۱۳]۔ چنانچہ فقہاء نے پوری وضاحت کردی ہے کہ تعزیر بھی حد میں شامل نہیں اور قصاص کو بھی حد نہیں کہا جاتا اس لئے کہ وہ حق العباد ہے،[۱۴] شیعہ مسلک کے مطابق شرائع الاسلام میں یہی تعریف درج کی گئی ہے۔ "كل ماله عقوبة مقدرة يسمى حداً وما ليس كذالك يسمى تعزيراً"[۱۵] ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں اکثر فقہاء اسلام کا یہی نظریہ ہے کہ وہ ہر قسم کے تمام

حقوق پر شرعاً مقرر ہو جانے والی عقوبات پر حد کا لفظ استعمال کرتے ہیں فقہاء حنفیہ میں سے علامہ کمال الدین بن ہمام کی یہی رائے ہے لیکن جمہور فقہاء احناف اور ان کے ماسواء دیگر علماء اسلام حد کا اطلاق صرف اس عقوبت پر کرتے ہیں جو یا تو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہو یا اللہ تعالیٰ کا حق اس پر غالب ہو اسی لئے وہ حد کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ "ھو العقوبۃ المقدرۃ حقاً للّٰہ تعالیٰ" یعنی حد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق فوت ہونے کی بناء پر دی جائے اس لئے جمہور فقہاء قصاص پر حد کا لفظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ ان معاملات میں حق العبد کا غلام ہوتا ہے۔[۱۴]

اقسام حدود

فقہاء اسلام نے بالعموم جرائم حدود کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔
(۱) حد زنا (۲) حد قذف (۳) حد سرقہ (۴) حد قطع الطریق (۵) حد شرب خمر

ایک دوسری رائے یہ ہے کہ جرائم حدود چھ ہیں۔ مذکورہ بالا جرائم کے علاوہ ارتداد بھی حدود میں شامل ہے۔ یہ رائے ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمن کی ہے[۱۵] ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ جرائم حدود سات ہیں مذکورہ بالا جرائم ستہ کے علاوہ بغاوت بھی اس میں شامل ہے۔ یہ رائے علامہ فرید وجدی نے دائرۃ المعارف القرن العشرین میں ظاہر کی ہے[۱۶] حافظ ابن حجر عسقلانی نے سترہ جرائم کو قابل حد شمار کیا ہے اور گیارہ جرائم کے متعلق اتفاق ظاہر کیا ہے۔ مذکورہ بالا جرائم سبعہ کے علاوہ ترک صلوٰۃ، ترک صوم۔ سحر۔ وطی بہائم کو بھی حدود میں شمار کیا ہے[۱۹]

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے اپنی تالیف التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ میں صرف سات جرائم کو قابلِ حد قرار دیا ہے[۲۵]

لیکن جن جرائم کے حدود ہونے پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے وہ سب قرآن پاک سے ثابت ہیں۔
(۱) حکم زنا کا ثبوت سورۃ النور آیت نمبر ۲ میں ہے۔ (۲) حکم قذف سورۃ النور آیت نمبر ۴ میں ہے۔ (۳) حکم حرابہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۳-۳۴ میں ہے۔ (۴) حکم سرقہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔ (۵) حکم شرب خمر سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹۰ میں ہے۔ (۶) حکم بغاوت سورۃ الحجرات آیت نمبر ۹ میں ہے۔ (۷) حکم ارتداد سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں ہے۔

شرح السنہ میں ہے" کہ لواطت کرنے والے کی حد کے متعلق اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک جو شافعیؒ کا ظاہری قول بھی ہے، یہ کہ فاعل پر حد زنا جاری ہوگی۔ بقول امام شافعیؒ مفعول

پر جلدۃ مائۃ و نفی عام چاہے مفعول بہ مرد ہو یا عورت، محصن ہو یا غیر محصن۔ کیونکہ بصورت لواطت جو تمکین فی الدبر ہوتی ہے اس نے اس کو محصن نہیں بنایا۔ فلا یلزم حد المحصنات پھر شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل اور مفعول بہ کو قتل کیا جاویگا کما فی حدیث عکرمۃ فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لواطت کرنے والے کو رجم کیا جاویگا۔ لوطی محصن ہو یا غیر محصن کما فی روایۃ فارجموا الاعلیٰ والاسفل۔

امام اعظم کے نزدیک، لواطت پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں ہاں امام المسلمین جس قسم اور جس قدر مصلحت سمجھے بطور تعزیر جاری کر سکتا ہے۔ اور کمال پاشاہ نے شرح جامع الصغیر سے نقل کیا ہے اگر لواطت کا عادی ہو جائے تو امام المسلمین اگر چاہے تو قتل بھی کر سکتا ہے۔ وإن شاء ضربہ و حبسہ۔ لاختلاف الصحابۃ فی موجبہ من الاحراق بالنار۔ وھدم الجدار والتنکیس عن مکان مرتفع باتباع الحجار وغیر ذالک کما فی الھدایۃ دراصل بات یہ ہے کہ لواطت کا معاملہ انسانی بلکہ حیوانی طبیعت کے خلاف قانون معاملہ ہے اس پر قانونی حد کیسے جاری ہوگی۔ فلذالک قال ابو حنیفۃؒ لاحدَّ فیھا۔ فقہاء مذکور نے قتل و رجم کے متعلق جو حدیث بیان کی ہے وہ سب مجرد تہدید پر محمول ہے۔[۲۱]

حدود میں سزا کا تعین اور مصلحت خداوندی

حد زنا جو سزائیں قرآن پاک میں متعین کر دی گئی ہیں۔ زنا کی سزا ان تمام جرائم کی سزا سے اشد اور زیادہ ہے۔ زنا خود ایک بڑا جرم ہونے کے علاوہ پوری انسانیت کے لئے تباہی کا باعث ہے نیز بہت سے جرائم کا مجموعہ ہے۔ خاندانی سلسلے کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ نسل ضائع چلی جاتی ہے۔ کوئی شخص کسی بچے کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ پرورش گاہوں میں پرورش ہونے کی بناء پر بچے یہ نہیں سمجھ سکتے ان کے ماں باپ کون ہیں۔

نیز اس گھناؤنے جرم کے بعد عورت چونکہ اپنی عصمت، اور عفت سے محروم ہو جاتی ہے جس سے قبیلہ اور خاندان کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر زنا عام ہو جائے تو وہاں کسی قسم

کا نسب محفوظ نہیں رہتا۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے تمام جرائم میں فحش تر جرم زنا کا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کی سزا بھی انتہائی مقرر فرمائی۔

ارشاد ربانی ہے

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة [٢٢]

یہ سزا تو غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے مقرر ہوئی۔

شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کے مرتکب ہوتے ہیں تو اسلام نے رجم کی سزا مقرر کی۔ یہ سزا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین کے تعامل اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

حضرت عمرؓ نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا فرجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمناہ بعدہ۔[٢٣] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانیوں کو رجم فرمایا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔

حضرت ماعز اسلمیؓ اور غامدیہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے رجم کیا گیا۔[٢٤]

وعلى هذا اجماع الصحابة [٢٥]

حد قذف

قذف یہ ہے بغیر شرعی ثبوت کے کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام یا تہمت لگائے تو اس تہمت لگانے کو شدید جرم قرار دیا گیا۔ اور اس جرم پر حد شرعی اسّی کوڑے مقرر کی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ کوئی شخص صرف اس وقت زنا کا الزام لگائے گا جب وہ اس فعل خبیث کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے صرف ایک آدمی سے شہادت پوری نہ ہوگی یہاں تک کہ چار اشخاص اس قسم کی کامل گواہی دے دیں۔ نصاب شہادت کی کمی کی صورت میں الزام لگانے والے حد قذف کے مستوجب قرار پائیں گے۔ چونکہ شریعت اسلامی نے زنا کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس سے محصن انسان کی عزت، عصمت اور عفت کو بٹہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِين يرمون المحصنٰت ثُمَّ لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمٰنين جلدةً ولا تقبلوا لهُمْ شهادة ابداً واولٰئك هم الفٰسِقُوْن [٢٦]

حد سرقہ انہی قوانین میں سے ایک قطع ید کا قانون بھی ہے چور چونکہ معاشرہ کی فضا درہم برہم کرنا چاہتا ہے بلکہ اس چوری کے جرم میں چور قتل کرنے کی واردات کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو اپنے ساتھ قتل کے جرم کو سمیٹے ہوئے ہے چور ہمیشہ مسلح رہتا ہے۔ درندہ صفت انسان اپنے اس خبیث حصول مقصد کے لئے سب کچھ کر گذرتا ہے جس سے پورے معاشرہ کا امن مال وجان کی حفاظت سے اطمینان جاتا رہتا ہے۔ ان خطرناک اثرات ونتائج کے پیش نظر اسلام نے سخت ترین سزا کا حکم نافذ فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاءً بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم۔ [۲۷]

حرابہ چوری کی طرح رہزنی بھی قابل حد جرم ہے اور معاشرہ کا امن تہہ و بالا ہو جاتا ہے سرکشی مال کا لوٹ لینا یا علی الاعلان چوری کر لینا یہ انتہائی جرائم ہیں جس سے پوری سلطنت کا نظم ونسق تباہ ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام سزاؤں کے مقابلہ میں اس کی سزا بھی انتہائی شدید مقرر فرمائی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں ایسے لوگوں کی بس یہی سزا ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان میں سے ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا شہر بدر کر دیئے جائیں۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے [۲۸]

جمہور فقہاء کے نزدیک یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور رہزنی کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ [۲۹]

حدّ شرب خمر خمر چونکہ ساتر للعقل ہے۔ انسان کی انسانیت چونکہ عقل پر موقوف ہے خمر انسان کو انسانیت ہی سے نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر بنا کر دیوانے کتا کی طرح بنا دیتا ہے۔ اس لئے کتاب و سنت و اجماع سے خمر کی حرمت قطعیت ثابت ہے۔ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام ومن شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فاجلدوہ؛

ارشادِ نبوی صلعم ہے کہ جو شراب پئے اس کو دُرے مارو پھر اگر دوبارہ پئے پھر دُرے مارو۔ نیز عین الصدریہ میں مزید وضاحت ہے پھر اگر تیسری بار پئے پھر دُرے مارو۔ پھر اگر چوتھی بار پئے تو اس کو قتل کر دو۔ رواہ ابن حبان والحاکم والشافعی والدارمی وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ پس چوتھی بار پر قتل کرنا اس امر پر محمول ہے کہ وہ اس کی حرمت کا قائل نہ ہو بلکہ حلال سمجھے چنانچہ ابن حبان کی روایت میں مصرح ہے اور حضرت معاویہؓ سے مرفوع روایت ہے لیکن ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حد ماری اور قتل نہیں فرمایا تو چنانچہ علماء سلف وخلف نے اتفاق کیا کہ چوتھی بار شراب پینے میں قتل نہ کیا جائے۔[۲۹]

درحقیقت حد خمر اور حد نشہ آزاد آدمی کے واسطے اسی درے ہیں کیونکہ اسی پر صحابہ کرام نے اجماع کیا ہے۔

شریعت میں نفاذ حد کی شرائط

۱۔ ثبوت شہادت میں احتیاط

اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا سخت ہے اس کے ثبوت کے لئے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں اور ان سزاؤں کے اجراء میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم ہے۔ چونکہ زنا کی سزا اسلام میں انتہائی سخت ہے چنانچہ ثبوت زنا کے لئے سخت ترین شرط عائد کر دی گئی ہے۔ صرف معمولی سا شبہہ پیدا ہو جانے کی بناء پر حد ساقط ہو جاتی ہے صرف تعزیری سزا بقدر جرم باقی رہ جاتی ہے۔ عام معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثبوت کے لئے کافی ہے لیکن حد زنا کے لئے چار مرد گواہوں کی عینی شہادت جس میں کوئی التباس نہ ہو ضروری شرط ہے۔

اگر شہادت زنا کی کوئی شرط مفقود ہونے کی بناء پر شہادت رد کی گئی ہو تو پھر شہادت دینے والوں کی خیر نہیں ان پر قذف یعنی زنا کی جھوٹی تہمت کا جرم قائم ہو کر حد قذف اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔[۳۱]

۲۔ صحیح العقل ہونا ضروری ہے

اجراء حد کے لئے ضروری ہے جس پر حد واقع ہو رہی ہے وہ صاحب عقل ہو۔ دیوانہ مجنون اور پاگل نہ ہو۔ حصول

عبرت کے لئے عقل و احساس اور ادراک ہونا شرط ہے جیسے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ماعز سلمیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو آپؐ نے اس سے رُخ مبارک پھیر لیا۔ وہ اعتراف کرتا رہا۔ آپؐ رُخ انور پھیرتے رہے یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہ پر چار مرتبہ شہادت دی۔ تب آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تو پاگل ہے اس نے عرض کیا نہیں پھر آپؐ نے فرمایا تو شادی شدہ ہے اس نے کہا ہاں۔ تب آپؐ نے رجم کرنے کا حکم دیا۔[۳۲] تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا جس پر حد جاری ہو وہ صحیح العقل ہو جیسے آپؐ نے حد جاری کرنے سے پہلے تحقیق فرمالی۔

۳۔ تندرست اور سلیم البدن ہونا ضروری ہے

جس پر حد جاری ہو اسے صحت مند ہونا ضروری ہے بیمار اور کمزور پر حد جاری نہ کی جائے بلکہ اسے مہلت دی جائے کہ وہ تندرست اور قوی البدن ہو جائے اور حد کے برداشت کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ حضرت سعد بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ ایک ایسے شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے جو ناقص الخلقت اور بیمار شخص تھا، ایسا بیمار تھا کہ اچھے ہونے کی اُمید نہ تھی اس شخص کو اہل محلہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے بارے میں حکم فرمایا کہ کھجور کی ایک ایسی ٹہنی لو جس میں سو چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں ہوں۔ پھر اس ٹہنی سے اس شخص کو ایک دفعہ مارو۔[۳۳]

بقول قاضی عیاض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین کے لئے مناسب ہے کہ جس پر تازیانہ لگایا جائے گا اس کا لحاظ کرے اور اس کی حیات پر محافظت کرے کیونکہ جلد میں تو قتل کرنا نہیں ہے پھر قاضی نے کہا کہ حمل کی صورت میں تو اقامت حد کے اندر تاخیر کی جاوے گی لیکن دوسرے امراض کے اندر تاخیر نہیں ہے جیسے کہ حدیث بالا بحالت مرض (چونکہ تندرست ہونے کی اُمید نہ تھی) کے اندر حضور علیہ السلام نے حد جاری فرمادی۔ امام اعظمؒ کے نزدیک مریض کے تندرست ہونے تک حد کو مؤخر کیا جاوے گا۔[۳۴]

اسی طرح آپؐ ایک غامدیہ عورت کو اعتراف جرم پر لوٹاتے رہے یہاں تک کہ وہ تیسری بار حاضر ہوئی تو ارشاد فرمایا جب بچے کی ولادت ہو جائے تو آنا۔ ولادت کے بعد نومولود

بچّے کو لے کر حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا جب یہ بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جائے تو لے کر آنا۔ دودھ پلانے کی مدّت گزارنے کے بعد پھر بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو تب آپؐ نے رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔[۳۵]

حضرت علیؓ کی ایک حدیث میں ایک لونڈی نے زنا کا ارتکاب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ حال ہی میں اس کی ولادت ہوئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر مَیں اسے پچاس کوڑے مارتا ہوں تو وہ مر جائے گی۔ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا کہ اس حالت میں اس پر حد جاری نہ کی۔[۳۶]

تو ان احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مریض کو اس کے اچھا ہونے تک مہلت دینی چاہیئے ابن ہمام فرماتے ہیں اگر کوئی مریض زنا کا مرتکب ہو اور شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اس کو رجم کا سزاوار گردانا جا چکا ہو تو اس کو اسی مرض کی حالت میں رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اسے اگر کوڑے مارے جانے کا سزاوار گردانا جا چکا ہو تو پھر اس کو اس وقت تک کوڑے نہ مارے جائیں جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے۔ ہاں اگر وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے اچھا ہونے کی امید نہ ہو جیسے دق۔ سل وغیرہ یا وہ ناقص الخلقت ہو تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سزا پوری کرنے کے لئے اس کو کھجور کی ایک ایسی بڑی شاخ سے مارا جائے جس میں چھوٹی چھوٹی سو ٹہنیاں ہوں وہ شاخ اس کو ایک اسی طرح ماری جائے کہ اس کو اس کی ایک ایک ٹہنی اس کے بدن پر لگ جائے۔[۳۷] غامدیہ عورت کے بارے جو رجم کی سزا گردانی جا چکی تھی تو اسے جو مہلت دی گئی تو وہ اس لئے کہ وہ حاملہ ہو چکی تھی تو حاملہ کو بچے کی پیدائش کے بعد حد جاری کی جائے گی۔ تو اس میں بچہ کی ولادت کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔ اگر بچے کی پرورش کا کوئی معقول انتظام نہیں تو رضاعت کی مدّت تک مزید دو سال کی مہلت دی جائے گی۔

اجرائے حد میں شک کا فائدہ

شک و شبہ کی حالت میں حد کا اجراء نہیں ہو سکتا مثلاً یہ ممکن ہے کہ یہ شک و شبہ

شرعی احکام کو مقدمہ کے خاص حالات سے متعلق کرنے یا شہادت کی نوعیت یا ملزم کی دماغی حالت یعنی اس کے احکام شریعت یا واقعات کے علم یا بروقت ارتکاب جرم منسوبہ اس کے ارادہ کی نسبت پیدا ہو۔ اگر کسی مسلّم حکم کے مقابلہ میں جو کہ کسی خاص فعل کو قابلِ اجرائی حدود قرار دیتا ہو۔ کوئی ظاہری اور ضعیف حکم بھی پایا جائے تو وہ بطور شبہہ متصوّر ہو کر مانع اجراء حد قرار پائے گا۔ اگرچہ خود ملزم کو اس بارہ میں کوئی شبہہ نہ رہا ہو۔ اس کا نام شبہۃ المحل ہے۔ اگر ملزم کو احکام شریعت میں ایسی صورت میں بھی غلط فہمی واقع ہوئی جس میں ایسی غلط فہمی کی کوئی کافی وجہ نہ تھی اور اس نے حقیقی طور سے یہ باور کیا کہ جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ جرم نہ تھا تب بھی اس پر حد جاری نہ کی جائے گی اس کو شبہۃ الفعل کہتے ہیں۔ بعض خصوصات مثلاً مقدمات زنا میں بعض فقہاء نے اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جس نے یہ عمل ہوتے ہوئے دیکھا اطلاع یا شہادت نہ دینے کی صلاح دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی شہادت اگر وہ گواہی دینا چاہے بشرطیکہ وہ عادل ہو قابلِ قبول ہوگی۔ یہ امر قابلِ بیان ہے کہ اس جرم کے متعلق شریعت کی مصلحت یہ ہے کہ سزا اُنہی مجرموں کو ملنی چاہیئے جو تہذیب عام کی خلاف ورزی کر کے اور اپنے معاصی کا عام طور سے اظہار کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے چار ایسے مردوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اوّل تو ایسے چار آدمیوں کا ملنا ہی مشکل ہے اگر وہ مل جائیں تو قاضی کو ہدایت ہے کہ وہ ان کی شہادت بنظر تعمق جانچ کرے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کو کوئی دھوکہ تو نہیں ہوا۔ اور ان کو اپنی شہادت سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ مزید برآں اگر گواہوں نے فوراً حاضر ہو کر گواہی دینے میں تعویق کی تو یہی واقعہ شبہہ پیدا کرنے کے لئے کافی قرار دیا گیا ہے۔ ب۳۸

ابن حزم وغیرہ اہلِ ظاہر گو شبہات کی وجہ سے اسقاط حد کے منکر ہیں لیکن احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور اتفاق فقہاء سے سقوط حد ثابت ہے اس لئے ان کا انکار قابلِ التفات نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ ادرأ الحدود ما استطعتم۔ ب۳۹ حدود کو ٹالو جہاں تک ہو سکے۔ علامہ ابن رشد نے فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے وحجۃ الجماعۃ قوله عليه السلام ادرءُوا الحدود بالشبهات۔ ب۴۰ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اگر میں شبہات کی وجہ سے حدود کو معطل کر دوں تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ان کو شبہات کے

ہوتے ہوئے قائم کروں۔ حضرت معاذ ابن مسعودؓ اور عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ جب تجھے حد میں شبہ پڑ جائے تو اس کو ٹال دے۔ [41]

شبہہ اس کو کہتے ہیں جو شیٔ ثابت کے مشابہ ہو اور نفس الامر میں ثابت نہ ہو۔ بالفاظ دیگر شبہہ امر غیر واقعی کو کہتے ہیں۔ جو امر واقعی سے مشابہت رکھتا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شبہہ فی المحل دوسرا شبہہ فی الفعل۔

شبہہ فی المحل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی گئی ہو اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں محل میں شبہہ رقبہ یا شبہہ ملک وطی ہو۔ یعنی جس عورت سے وطی کی ہے اس میں حلال ہونے کا شبہہ ہو۔ اس کی چند صورتیں ہیں (١) اپنے لڑکے یا پوتے کی باندی سے وطی کرنا۔ وجہ شبہہ یہ حدیث ہے انت و مالك لابيك۔ [42] اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کا مال باپ کا مال ہے۔ پس لڑکے اور پوتے کی باندی سے وطی کرنا گویا حلت کا شبہہ پیدا ہو گیا گو بنظر ادلہ شرعیہ واقع میں اس کی حلت ثابت نہیں۔

(٢) دوسری صورت معتدہ کنایات کے ساتھ وطی کرنا۔

وجہ شبہہ صحابہ کرام کا اختلاف ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا طلاق بائنہ۔ بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ تین طلاق واقع ہوتی ہیں تو اس سلسلہ میں گو مختار یہی ہے کہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ تاہم حلت وطی کا شبہہ پیدا ہو گیا۔

(٣) تیسری صورت فروخت کردہ باندی کے ساتھ قبل از تسلیم بائع کا وطی کرنا۔

وجہ شبہہ یہ ہے کہ بائع کا جو قبضہ وطی کرنے پر مسلط تھا وہ اب بھی باقی ہے تو یہ شبہہ فی المحل ہے۔

(۴) چوتھی صورت شوہر کا اپنی باندی کے ساتھ وطی کرنا جس کو اپنی بیوی کے مہر میں مقرر کیا ہے۔ اور ابھی وہ باندی زوجہ کے قبضہ میں نہیں گئی۔

(۵) پانچویں صورت شریکین میں سے ایک کا مشترک باندی کے ساتھ نکاح کرنا والشبهةُ لقيام الملك في النصف۔ چنانچہ اسی طرح اور بہت سی صورتیں کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم

ہو سکتی ہیں۔ بہرکیف شبہہ محل کی صورتوں میں حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو کیونکہ شبہہ محل میں اسقاطِ حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ کہ زانی کے اعتقاد پر۔

دوسری قسم شبہہ فعل ہے یعنی نفس صحبت میں حلت کا شبہ ہو۔ اس سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے بشرطیکہ زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اس کی بھی چند صورتیں ہیں۔

(۱) تین طلاقوں کی عدت والی عورت سے جماع کرنا۔ مطلقہ ثلٰث کی گو حرمت قطعی ہے لیکن بعض احکام نکاح یعنی وجوب سکنیٰ، منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہ کے باقی رہنے کی وجہ سے حلت کا شبہہ ہو سکتا ہے۔

(۲) والدین کی یا اپنی بیوی کی یا اپنے آقا کی باندی سے جماع کرنا۔ اس میں اتصال املاک کی وجہ سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ لڑکے کو اپنے باپ کی باندی پر ولایت ہے جیسے کہ باپ کو بیٹے کی باندی پر ولایت ہے۔

(۳) مرتہن کا مرہونہ باندی کے ساتھ وطی کرنا اگر مرتہن یہ کہے کہ میں نے مرہونہ باندی کی حرمت جانتے ہوئے وطی کی ہے حد کو ساقط کر دیتا ہے اس وقت یہ مسئلہ شبہہ المحل کی فروع سے ہو گا

(۴) طلاق بعوض مال کی عدت والی یا مختلعہ عورت کے ساتھ وطی کرنا وغیرہ۔

ان سب صورتوں میں حد ساقط ہے بشرطیکہ وطی کنندہ اپنے گمان میں حلال جانتا ہو ورنہ حد لازم ہو گی۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد نبوی صلعم ہے کہ جتنا تم سے ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کیا کرو اگر اس بات کی ذرا بھی گنجائش ہو کہ ملزم سزا سے بچ جائے تو اسے بچ جانے دو۔ کیونکہ معاف کر دینے میں اگر حاکم سے غلطی سرزد ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں وہ غلطی کرے ۴۳

اسلامی سزائیں اگرچہ عبرتناک سزائیں ہیں لیکن ان سزاؤں کے اجراء میں احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے اجراء سزا میں شک سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ خود حضور علیہ السلام کا عمل اس پر دال ہے۔ حضرت ماعز اسلمی رضؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اعتراف زنا کیا۔ تو آپؐ نے حضرت ماعز رضؓ کو ٹلانے کی کوشش کی۔ لیکن جب حضرت ماعز رضؓ نے چار مرتبہ صریحاً اعترافِ گناہ

کیا تو آپؐ نے فرمایا کیا تو پاگل ہے۔ عرض کیا نہیں کیا تو شادی شدہ ہے عرض کیا نہیں تب آپؐ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔[۴۴] ایک روایت میں ہے کہ اسکے اہل و عیال سے پوچھا کہ تم لوگ اس کی عقل میں کچھ فتور سمجھتے ہو تو انہوں نے کہا نہیں۔[۴۵] تو خود اندازہ لگائیے کہ اجرائے حدود میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا محتاط قدم اُٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ حد رجم میں سب سے پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام پھر دوسرے لوگ۔ ایسا ہی حضرت علیؓ سے روایت ہے ممکن ہے گواہ کبھی جھوٹی گواہی دینے پر جرأت کرتا ہے پھر اس کے قتل کا مرتکب ہونے سے ڈر کر گواہی سے پھر جاتا ہے۔ تو گویا گواہ سے شروع کرانے میں حد دُور کرنے کا حیلہ نکلتا ہے۔ اگر گواہوں نے ابتداء کرنے سے انکار کیا تو حد ساقط ہو گئی کیونکہ یہ گواہی سے پھر جانے کی دلیل ہے۔ اسی طرح اگر گواہ مر گئے یا غائب ہو گئے تو بھی ظاہر روایت میں حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ حد مارے جانے کی شرط جاتی رہی۔[۴۶]

ابو داؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت ماعزؓ کو پتھر کی سخت چوٹ لگی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن عبداللہ بن انیس نے انہیں اونٹ کی ایک ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔ جب آپؐ کو بتلایا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ هلا ترکتموه لعله یتوب فیتوب الله علیه۔[۴۷] تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے۔ نیز جب تک مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اس کی پردہ پوشی کا حکم ہے لیکن جب قضیہ عدالت میں آجائے اور تحقیق و تفتیش کے بعد جرم ثابت ہو جائے تو حد کا نفاذ ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ماعز اسلمیؓ کے اقرار پر آنحضرت صلعم نے اُن کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا مگر حضرت ہزالؓ جنہوں نے حضرت ماعزؓ کو بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے اور اقرار جرم کا مشورہ دیا تھا ان سے فرمایا یا هزال لو سترته بردائك فكان خيراً لك۔[۴۸] ہزال اگر تم اس پر پردہ ڈال دیتے تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔

ایک طرف آنحضرتؐ کی شفقت کا یہ عالم کہ مشورہ دینے والے کو پردہ پوشی کا حکم فرماتے ہیں اور دوسری طرف حد کے نافذ کرنے میں کوئی رُو رعایت نہیں فرمائی جاتی۔ اسلام نے اجراءِ حد میں یہاں تک حکم دیا ہے کہ جس شخص پر زنا اس کے اپنے اقرار سے ثابت ہوا ہے اگر اس پر

حد جاری ہو رہی ہو تو وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے تو فوراً کوڑے مارنا یا رجم کرنا موقوف کر دیا جائے گا کیونکہ اس کے اقرار میں شبہہ پیدا ہو گیا ہے اور شبہہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔[۴۹] یہی صورت حال بوجہ شبہہ پیدا ہو جانے کے حد سرقہ میں حد ساقط ہو جاتی ہے جو شئی اصلاً مباح ہو امام ابو حنیفہؒ اس کی چوری میں حد ساقط فرماتے ہیں جیسے محفوظ شدہ پانی کی چوری، شکار شدہ جانور کی چوری۔ کیونکہ وہ اشیاء اصلاً مباح ہیں اور ان میں عام لوگوں کا اشتراک ہے۔ ان اشیاء کی اباحت اصلیہ اشتباہ پیدا کرتی ہے کہ یہ حفاظت میں لے لئے جانے کے بعد بھی مباح باقی رہیں۔ اور ان اشیاء میں عام لوگوں کے اشتراک سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ اشتراک حفاظت میں لئے جانے کے بعد باقی ہو۔ اس صورت میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک حد ساقط نہیں ہے کیونکہ یہ مال کے مباح الاصل ہونے کو اشتباہ نہیں قرار دیتے ہیں۔[۵۰]

موجب حد سرقہ ہونے کے لئے مال مسروق میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے مال مسروق مال منقول ہو۔ شرعاً مال منقول ہو۔ مال محرزہ ہو۔ مال بقدر نصاب ہو۔[۵۱] ان میں سے ایک شرط نہ پائی گئی تو حد ساقط ہو جائے گی۔

حاکم کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ مال مسروق سارق کی شبہ ملک سے خارج ہو۔ مثلاً مال مسروق ایسا مال غنیمت نہ ہو جس میں سارق کا بھی حصہ تھا یا مال بیت المال کا نہ ہو اس لئے کہ بیت المال میں سارق کا بھی حصہ ہے۔[۵۲] حضرت علیؓ نے مال خمس میں چوری کرنے والے کے لئے قطع ید کا فیصلہ نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں اس کا بھی حصہ ہے۔[۵۳] اسی طرح جبر کی صورت میں سارق کا فعل موجب حد نہیں متصور ہوگا۔[۵۴]

بہرحال شریعت اسلامیہ کا عام قاعدہ ہے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ تاہم اس قاعدہ کا کلی اطلاق تعزیرات پر نہیں ہوتا۔ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں کہ علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ قاضی کو تو اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد کو دفع کرنے کے لئے راستے پیدا کرے۔[۵۵] جدید قانون میں بھی شک کا فائدہ ملزم کو بطور استحقاق حاصل ہے۔ ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے نظائر اس اصول کو بطور قانون پیش کرتے ہیں۔

عدالت میں جرم قابل اجراء حد ثابت ہونے کے بعد حد کسی طرح ساقط نہیں ہوتی۔